نغماتِ عارف

از

ڈاکٹر عبدالقیوم ڈسکوی ی ہیتوں اور

ایم۔ اے۔ ڈی یا۔ ڈی یا عرصہ تک

(انوار آرٹ پریس راولپنڈی)

راو تدریس کے ساتھ ساتھ اردو

ہے ہیں۔ نغمات عارف

پیش لفظ

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ بائیبل اگر مکاشفہ والہام کی آئینہ دار ہے تو دنیا کے بہترین ادب کی حامل بھی ہے۔ اس میں آپ کو عبرانی شاعری کے اعلیٰ شاہکار۔ افسانہ نویسی کے بہترین نمونے تاریخ نویسی کے افضل واشرف شہ پارے، فلسفہ ومنطق کے دلکش عناصر نثر نگاری کے بے مثال لعل وگہر مل جائیں گے۔ ایوب۔ یسعیاہ اور غزل الغزلات میں نادر تشبیہیں اور اچھوتے استعارے بھی ملیں گے۔ بائیبل کی بعض کتابوں کا انداز بیاں بڑا دلکش اور کیف انگیز ہے مطالعہ بائیبل نے بے شمار ادیب پیدا کئے۔ یورپ کے اعلیٰ لٹریچر کی تخلیق اسی کے اثر سے ہوئی ہر زمانہ میں اور ہر ماحول کے مسائل و اصولات کی تشریحات ہوتی رہیں اس طرح سے

ف [illegible] مسیحی ادب پیدا ہوتا رہا۔ ہند و پاک

[illegible] سے شروع ہوا جو اب نایاب

[illegible] ے عہد جدید کے فارسی و اردو تراجم بھی

گئے۔ پھر ریورنڈ فانڈر کی میزان الحق اور طریق الحیات سے
لے کر پادری برکت اللہ کی گرانقدر کتابیں تک نثر میں شاندار
ذخیرہ ادب نظر آنے لگا ان میں سے اکثر و بیشتر کتابیں وقت
کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ مزید براں اردو کے یورپین مسیحی شعرا کی مسیحی منظومات
جناب صفدر علی کی مولفہ غذائے روح اور راحت دل کے
علاوہ مسیحی نظموں اور گیتوں کی کوئی کتاب نظر نہیں آتی۔ مزامیر
کے علاوہ مسیحی گیت اور نظمیں ایک کلیسیائی ضرورت کو پورا
کرتی ہیں وہ ایمان داروں کے ایمان کی پختگی اور مسیحی نوجوانو
کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے گیتوں کا نعم البدل ہو سکتی
ہیں۔ موجودہ زمانہ میں مذہبی گیت اور مذہبی نظمیں لکھنے
والوں کا قحط ہے۔ الحمد اللہ کہ دورِ حاضرہ میں جناب ڈاکٹر
عبدالقیوم ڈسکوی ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی نے مسیحی گیتوں اور
مسیحی نظموں کی ضرورت کو محسوس کیا۔ وہ طویل عرصہ تک
انگریزی ادبیات کی درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اردو
ادب سے بھی شغف رکھتے رہے ہیں۔ نغمات عارف

ربنا المسیح کی بارگاہ میں حسین و جمیل شگفتہ پھولوں کا نذرانہ ہیں۔ یہ آسمان عقیدت و خلوص کے تابندہ و درخشاں ستاروں کا تحفہ ہیں جسے آنجناب کمال خلوص سے پاکستانی کلیسیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان تازہ پھولوں اور ان روشن ستاروں میں قارئین کرام کو انگریزی خیالات کی شعاعیں۔ اُردو حسن بیان کی چمک اور مسیحی عقائد کی حیات آفریں حرارت محسوس ہو گی۔ اگر جدت خیال۔ حسن ادا اور اثر آفرینی شاعری کی تعریفات ہیں تو نغمات عارف میں یہ تمام چیزیں آپ کو مل جائیں گی۔ علاوہ ازیں سادگی و روانی اور خلوص کی شبنم کے قطرے نغموں کی شگفتگی اور تازگی میں اضافہ کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

خدا کرے نغمات عارف کلیسیا کی روحانی بالیدگی اور ایمان کی پختگی کے لئے مفید ثابت ہوں اور ان سے تمام مسیحی افراد کما حقہٗ استفادہ کریں۔

یوسف جلیل

رحمتِ یزداں

ہم پر نزولِ رحمتِ یزداں ہُوا ہے آج
نورِ خدا البشر کا جو مہماں ہُوا ہے آج

ہر سُو تجلیاں ہیں ہر اک جا پہ نُور ہے
یعنی خدا کا فضل فراواں ہوا ہے آج

جس سے نئی بصیرت ہر انسان کو ملی
اُس نُور سے جہاں میں چراغاں ہُوا ہے آج

تا کہ بھٹک نہ جائیں مجوسی تلاش میں
تارا نیا فلک پہ فروزاں ہُوا ہے آج

گاتے ہوئے گڈریے مجوسی ہیں سجدے میں
آمد کا اپنے شاہ کی ساماں ہُوا ہے آج

ہمدرد بنکے اب جو فرشتے ہیں رہنما
چرواہوں کے نصیب میں عرفاں ہُوا ہے آج

اعلانِ صلح کا ہیں فرشتے سُنا رہے
اک خاص دورِ فضل کا پیماں ہُوا ہے آج

مریم کا دل کرم سے تیرے قصرِ نور ہے
دنیا کے پست حالوں کا درماں ہُوا ہے آج

غربت میں تنگدستی میں پیدا ہُوا مسیح
رنگِ حلیمی اُس کا نمایاں ہُوا ہے آج

چرنی میں ہے مسیح کا اعجاز جلوہ گر
شانِ کریمی کا وہ دبستاں ہُوا ہے آج

واعظ

کیا عجب باتوں سے اُس کی حوّا دھوکا کھا گئی
سانپ ایسا خوشنما اُس نے کبھی دیکھا نہ تھا

دیکھ کر واعظ کی سج دھج اور سنجیدہ لباس
آ گئے باتوں میں ہم دل کو مگر دیکھا نہ تھا

زبور نمبر ۲۳

خداوند عالم ہے چوپان میرا
کمی ہوگی مجھکو نہ نقصان میرا

وہ راحت کے چشموں پہ آتا ہے لیکر
بٹھاتا ہے وہ سبزہ زاروں کے اندر

میری جان کو وہ بحالی ہے دیتا
صداقت کی راہوں میں لیکر ہے چلتا

یہ کرتا ہے سب نام اپنے کی خاطر
جلیل اور ابدی جو سب سے ہے برتر

گزرنا ہو گر موت ظلمت سے مجھکو
کسی بھی بلا سے نہ دہشت ہو دلکو

تسلی ہے مجھکو رفاقت میں تیری
عصا اور لاٹھی حفاظت ہیں میری

مجھے سیر کرتا ہے خوانِ کرم سے
سراسیمہ دشمن سراسر ہیں میرے

ملا تیل سر پر مرے تو نے آکر
ہے لبریز پیالہ بھی میرا سراسر

یقیناً بھلائی اور رحمت ہمیشہ
مرا ساتھ دیتی رہینگی ہمیشہ

وفادار و مشفق ہے چوپان میرا
کروں گا میں گھر میں اسی کے بسیرا

فقط خدا

میرے سر میں صرف خدا بسے
میری عقل میں بھی خدا رہے
میری آنکھوں میں بھی خدا ہی ہو
میرے دیکھنے میں خدا رہے
میرے منہ میں اُس کلام ہو
میرے بولنے میں خدا رہے
میرا دل خدا کا مقام ہو
میرے سوچنے میں خدا رہے

میرے خاتمے پر خدا ہی ہو
میرے کوچ میں بھی خدا رہے

میرا ناخدا

اے منجی مسیح اے میرے ناخدا۔ ہو گرداب ہستی میں تو رہنما
ہیں درپیش طوفاں کی موجیں مجھے۔ چٹانیں کہیں اور اُتھلے چھپے
ہے قطب اور نقشہ بھی تیری عطا۔ اے منجی مسیح۔ بن مرا ناخدا

۲

سُلاتی ہے جس طرح بچے کو ماں
تُو سب روک دیتا ہے طغیانیاں
مطیع تُند موجیں بھی ہو جاتی ہیں
ترا حکم سنتا جب پانی ہیں
سمندر کے مالک۔ اے فرمانروا
اے منجی مسیح۔ بن میرا ناخدا

۳

کنارہ ہو آخر میں جس دم قریب
لڑیں جبکہ ساحل سے موجیں مہیب

ترستی ہو روح جب سکوں کے لئے
ترا پاک سینہ سہارا بنے
سنوں اپنے کانوں سے دلکش صدا
"نہ ڈر - کیونکہ مَیں ہوں تیرا ناخدا"

موت منزل ہے فقط

گو یہ بل کھاتی سڑک گھاٹی پہ کھو جاتی ہے
سب کو معلوم ہے منزل کو چلی جاتی ہے
موت منزل ہے فقط - خاتمۂ زیست نہیں
تا قیامت ہی نہیں - یہ تا ابد باقی ہے

راہ اور حق اور زندگی

(۱) تُو رَہ ہے ہمیں اُس پہ چلنا سکھا
تُو ہی ابتدا ہے - تو ہی انتہا
تری پیروی ہے حیاتِ دوام
ہو گمراہ کیسے جو تجھ پر چلا

(۲) تُو حق ہے - ہمیں معرفت کر عطا
ترے نور کی روشنی ہے بقا
صداقت ہے تیری خدا کا ظہور
تجھے معرفت کا خزانہ ملا

(۳) تُو ہے زندگی - آ کے ہم کو جلا
گنہ سے ہیں گھائل ہمیں لے بچا
ترا روح ہوا بخشش میں ہم کو عطا
ہو پژمردہ روحوں کو پھر سے بقا

۴) تو ہی رہ و حق ہے تو ہی زندگی
تو ہی آفتابِ صداقت تو ہی
نہ عرفاں خدا کا تو بخشے اگر
رسائی وہاں تک نہ ہوگی کبھی

خاتمے کے بعد

ہاتھوں میں اس کے ٹھوک کے میخیں چلے گئے
ہاتھوں سے جس نے اپنے بنایا تھا آفتاب
بے فکرِ غم وطن کو پھر آیا ہر ایک شخص
نازاں تھا ہم سے کوئی نہ پوچھیگا اب حساب
مصلوب ہم نے کر دیا آخر مسیح کو
سازش ہماری ہو کے رہی اب تو کامیاب
ہم نے خدا کو مار دیا۔ کچھ نہ کر سکا
کیسے کریگا خانۂ بُت کو یہ اب خراب

اُترے صلیب پر سے تو ایمان لائیں ہم
سمجھیں کہ ہے خُدا کی نظر میں یہ انتخاب
فضلِ خدا پہ اس نے بھروسا کیا تو ہے
ہے چاہتا اسے تو چھُڑائے خدا شتاب
بابل کا شہر از سرِ نو ہم بنائیں گے
باغوں میں اُسکے چین سے ہم ہونگے محوِ خواب
نادم کریگی حق کی بصیرت نہ اب ہمیں
معبود خود بنائیں گے ہم حسبِ انتخاب
اِشتار ماں کی طرح سے محفوظ رکھیگی
اور بیل بھی بخور سے خوش ہوگا بے حساب
رقص و سرود کی وہاں محفل جمیگی روز
بہتی پھریگی صورتِ دریا وہاں شراب
دنیا ہمارا ورثہ ہے۔ خالق ہے مر چکا
اس عید کی خوشی میں پیئیں گے بہت شراب

یہ بَیل کا پجاری - وہ اِشتر کی معتقد
دونو کے دل سے اٹھ گیا مستی میں اب حجاب

بھاری سا ایک سنگِ لحد پہ کھڑا کیا
رومی سپاہیوں کو بٹھایا وہاں شتاب

لیکن جب اپنی راہ پہ تنہا ہوئے رواں
اک اجنبی سا شخص ہُوا انکے ہمرکاب

ہاتھوں میں اسکے پاؤں میں میخوں کے تھے نشان
چہرہ تھا اُس کا جیسے چمکتا ہو آفتاب

ممکن نہیں ہو موت سے مغلوب زندگی
کثرت کی زندگی کا وہ مالک ہے فتحیاب

ہمعصر ہے ہر ایک کا زندہ ہے جو مسیح
باقی رہیگا - گو نہ رہیں مہر و آفتاب

کشش

آدم کو جب شروع میں خدا نے خلق کیا
شیشے میں اپنی نعمتوں کو سب سجا دیا

فرمایا اس کو بخششیں ساری عطا کریں گا
بکھری اِدھر اُدھر ہیں جو سارے جہان میں

سب کا نچوڑ بندہ میں ظاہر ضرور ہو
دریا کا آج کوزہ میں گویا ظہور ہو

طاقت چنانچہ آگے بڑھی اور حُسن بھی
اِدراک و فہم - آبرو اور لطفِ سخن بھی

جب عنقریب ختم ہوئیں ساری نعمتیں
خالق نے ہاتھ روک لیا تا نہ یہ سکیں

سارا خزانہ دے دیا - باقی تھا اک سکوں
شیشے کی تہ میں رہ گیا بس ایک یہ فسوں

دے دوں ہیں اس کو لعل اگر یہ گراں بہا
بندہ کبھی نہ پھر میرا احسان مانیگا

پوچھیگا میری نعمتوں کو نا کہ پھر مجھے
قدرت کے رنگ پوچھیگا قادر کو چھوڑ کے

دولو کو اس طرح سے تو نقصان رہیگا
خالق سے بے نیاز یہ انسان رہیگا

رکھیگا باقی نعمتیں ساری یہ اپنے پاس
کڑھتا رہیگا۔ بڑھتی ہی جائیگی اسکی پیاس

نیکی اگر نہ کھینچ کے لائیگی میرے پاس
دولت کے باوجود رہیگا سدا اداس

گو نعمتوں میں میری یہ کھو کے رہ جائیگا
تھک کے تو میرے سینے پہ آرام پائیگا

مسیح کی آمد

سرعتِ نور سے پھیلی ہے جہاں میں شہرت
ابنِ مریم کی ہوئی بیتَ لحم میں آمد

نغمہ اک گونج اٹھا۔ چمکا جلالِ رحمت
یوں مناتے ہیں فرشتے بھی مسیح کی آمد

کرکے اعلان گڈریوں سے فرشتوں نے کہا
منجیٔ کون و مکاں کی ہے جہاں میں آمد

عالم بالا پہ تمجید، زمیں پہ رحمت
اہلِ دنیا کو مبارک ہو مسیح کی آمد

کھینچ کر لائی ہے قدموں میں مسیح کے انکو
کوکبِ راہ مجوسی کو مسیح کی آمد

صبحِ اُمید نمودار ہوئی ہے آخر
ظلمت وکفر کو مہلک ہے مسیح کی آمد

بجلی اک کوند گئی چمکا مسیحا کا جلال
نغمۂ نور میرے دل میں مسیح کی آمد

روح الٰہی

(۱) اے رُوحِ اقدس۔ اے رُوحِ خدا
تُو قوت سے اپنی میرے دل میں آ
حقیقت کا جلوہ مجھے کر عطا
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

(۲) جہاں تیری جنبش سے پیدا ہُوا
مَیں ہوں نیم جاں مجھکو پھر سے جلا
خطاکار دل کی کثافت مٹا
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

(۳) تو وہ آگ ہے جو کہ نازل ہوئی
جو نبیوں کو رویا میں حاصل ہوئی
نئی زندگی جس سے کامل ہوئی
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

(۴) تجھی سے حقیقت کی ہیں سبقتیں
محبت کی بنیاد اور رفعتیں
صداقت کی تفصیل اور وسعتیں
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

(۵) نئے دورِ زرّیں کی تحصیل تُو
ثقافت طاہر کی تفصیل تُو
بشر کے لئے حق کی قندیل تُو
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

(۶) تو نورِ نبوّت، صحیفوں کی جان
ہے بخشش سے تیری مسیح پر ایمان
تو ہی راستبازوں کا رہبر ہر آن
اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ

کورس:۔ اے روحِ الٰہی میرے دل میں آ
مسیحا کا جلوہ مجھے کر عطا

کیا کدورتِ جذبات نے مچایا اندھیر
چراغِ عقل جلاؤ کہ روشنی کم ہے

گر انتظارِ سحر ہے تو محوِ خواب ہو کیوں ؟
دروں سے پردے ہٹاؤ کہ روشنی کم ہے

دکھائی دیتی ہے ہر چیز اب جو مدھم سی
یہ سبز چشمے ہٹاؤ کہ روشنی کم ہے

کنوئیں میں رہ کے سمجھتے ہو ہے بڑی دنیا
ذرا منڈیر پہ آؤ کہ روشنی کم ہے

بہت ہی تنگدلو تم ہو ظلمتوں کا شکار
جہانِ حسن میں آؤ کہ روشنی کم ہے

افق کو کرتا ہے اوجھل زمیں کا گرد و غبار
فرازِ کوہ پہ آؤ کہ روشنی کم ہے

دلیلیں دل کی کچھ اپنی بھی ہیں خرد سے سوا
چراغ دل کے جلاؤ کہ روشنی کم ہے

کرو تو کانپتے ہاتھوں کو رہبر مضبوط
اور مشعل کو اٹھا کہ روشنی کم ہے

بسوں کے تیز دھوئیں تلخ سگریٹوں کے غبار
جہان صاف میں آؤ کہ روشنی کم ہے

نہ ہوگا طالبِ حق غیظ میں کبھی انسان
جنون سے ہوش میں آؤ کہ روشنی کم ہے

دیکھ کے حسنِ سیاہ فام یہ کی میں نے عرض
چراغِ حسن بڑھاؤ کہ روشنی کم ہے

ہ اک وسعتِ دل میں تو سماتے ہیں ہفت اقلیم
اک تنگ دل میں خوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

نغمۂ نور

اُس نور میں بستا ہے خداوندِ ذوالجلال
جس نور تک ممکن نہیں انساں کی رسائی
دیکھا نہیں کسی نے اُس ان دیکھے خدا کو
روشن ہے جس کے نور سے یہ ساری خدائی
قائم ازل سے تا ابد اُس کا کلام ہے
قدرت سے اپنی جس نے ہے ہر چیز بنائی
وہ نیک ہے اور چاہتا ہے نیک دلوں کو
ہر کام میں اُس کے ہے جہاں بھر کی بھلائی
حاصل بقا فقط ہے اُسی شہنشاہ کو
ذاتِ بریں ہے جس نے تجلّی میں چھپائی

برہنہ شمشیر

اس نئے دَور میں کیا پلٹی ہے اپنی تقدیر
سر پہ اک بال سے لٹکی ہے برہنہ شمشیر
جائے رفتن نہ کوئی اور نہ پائے ماندن
شامِ غربت میں ہے کیا پیری سے بڑھکے تقصیر
جرأتِ شکوہ نہیں اور نہ تابِ تحریر
جنبشِ لب میں نہیں اب تو بساطِ تقریر
ظلمتِ یاس میں کیا چمکے شعاعِ تنویر
خاک ہو جائینگے تب سوجھیگی اُن کو تدبیر
اپنے بیگانے ہوئے۔ اپنے کہاں بیگانے؟
راہِ شفقت سے ہوئی مجھکو عطا اک تصویر
حکم ہے شکر کا اور ہے یہ قناعت کا مقام
ذکر کرنے سے فقط ہوتی ہے دل کی تشہیر

تیری دنیا ہے حسیں اور ہیں اس کا شیدا
وسعتِ دل ہے بہت پاؤں میں لیکن زنجیر
یہ وطن میرا ہے مٹی میری اس کی مٹی
خوابِ ناممکن کی ہوئی کیسی حسیں یہ تعبیر
خود پرستی نے بنایا ہے بشر کو خونریز
گرمئ رشک سے الفت کی ہوئی ہے تسخیر

خدا کی قوم

چن لیا انکو خدا نے جو کبھی امت نہ تھے
بے وجودوں کو بنایا قوم اک اپنے لئے
وہ بیابانوں میں بھٹکے اور آوارہ پھرے
تھا نہ دنیا میں مکانِ خشت و سنگ اُنکے لئے
تھا خدا ہی کی عطا ہر لقمۂ نانِ جویں
قطرۂ شبنم میں پیتے تھے شرابِ انگبیں

تھی بیاباں اُن کی دنیا، خیموں میں ان کی بسر
آسماں اُنکا وطن تھا۔ تھا نہ پاسِ مال و زر
زائریں تھے یہ، مقدس اک زیارت میں مگن
تھے بیابانوں میں بستے اور وہیں تھے خیمہ زن
حق پہ تھا انکا توکّل، ان پہ تھی حق کی عطا
گو نہ تھے وہ قوم لیکن تھا خدا انکا خدا
شکر سے کرتے تھے حاصل برکت و فضلِ خدا
دنیا کی نظروں میں گرچہ تھا نہ اُن کا مرتبا
بھول کر مشفق خدا کو نعمتوں میں ہیں مگن
دی بھلا حق کی عطا۔ لعنت ہوئی زر کی لگن
لے لیا رغبت سے سہرا جو کہ مرجھانے کو تھا
سنگ کے ایوان عالیشاں لئے سب نے بنا
امّتِ حق بن گئی اک قوم اب تو مالدار
چند روزہ عشرتوں پہ ان کا تھا اب افتخار

فخرِ دنیا ہیں خدا سے چشم پوشی کر گئے
رب نے بھی دلگیر ہو کر بچے اپنے رد کئے
وہ نہ سنتے تھے کبھی فریادِ حاجت مند کی
اپنی خوشحالی میں تھے بے فکر جیسے ہوں غنی
لے گئے پچھواڑے کی گلیوں میں جتنے تھے غریب
اور کیونکہ تھے گداگر دے دی واں انکو صلیب
ہو گئے گمرہ خدا سے حرص میں دنیا کی سب
اِن اسیرانِ ہوس پر ہو گیا نازل غضب
پس خدا کو ایسی امت کی ہوئی پھر جستجو
جس کے دل میں ہو غلامی کی نہ پھر سے آرزو

تسبیح سے دنیا پہ حکومت نہیں ہوتی

بستے ہوں جہاں بھیڑیئے اور بھیڑیں اکٹھے
واں منتوں سے صلح کی صورت نہیں ہوتی
لاتوں کے بھوت باتوں سے کب آتے ہیں قابو
تسبیح سے دنیا پہ حکومت نہیں ہوتی
شخصی معاملات میں لازم ہے درگزر
تنظیم سلطنت میں رعائیت نہیں ہوتی
پائیندہ حکومت میں ہے قانون سے انصاف
یک طرفہ رعایت سے عدالت نہیں ہوتی
کردار سے بے فکری ہے اصرافِ بدتریں
تعلیم میں بچت سے کفایت نہیں ہوتی

نقشہ صلیب کا ہے جہاں بھر میں جلوہ گر
میخوں سے گاڑ دی ہے ابد تک تری تصویر

خاموش محبت کی نگاہوں کی فصاحت
دھڑکن تیرے دل کی مرے دل کی بھی ہے تقریر

اک مملکت ہے وسعتِ دل نے مجھے بخشی
شاہوں سے بھی سوا تیرے دربار کا فقیر

چڑھتے ہوئے سورج کی تو سب کرتے ہیں پوجا
دلکش غروبِ مہر کی اس سے کہیں تصویر

یہ حسن کی تاثیر کہ کچھ بھی کہے بغیر
جلوہ نمائی اسکی ہے خود باعثِ تسخیر

بادل کا ستوں دن کو شبکو شعلۂ تاباں
رحمت سے تیری بڑھتے ہیں منزل کو راہگیر

کیا تیری محبت کی کشش ہے کہ جہاں میں
ہر برگزیدہ دل تیری الفت کا ہے اسیر

پیتے ہیں ہر اک سانس میں اڑتے ہوئے نغمے
ہو تابِ سماعت تو سنیں اَن سنی تقریر

قوسِ قزح کے رنگوں سے بالا ہیں ایسے رنگ
جن سے اتر کے آتی ہے ظلمت میں بھی تصویر

یوں تو عطا ہوئی ہے جہاں بھر کو بصارت
تیرے ہی پرستار حقیقت میں ہیں بصیر

نجاتِ بشر

چرنی میں دیکھتا ہوں نجاتِ بشر کو میں
خاطر میں کیسے لاؤنگا شمس و قمر کو میں

آیا ہے یسوع صلح کا مژدہ لئے ہوئے
مدت سے منتظر تھا سنوں اس خبر کو میں

عمانوایل ہے نام مجسّم ہے نُور تو
تجھ میں ہی پوجتا ہوں خدائے بشر کو میں

چہرے میں تیرے دیکھا عجب جلوۂ حیات
در پر تیرے لٹاتا ہوں لعل و گوہر کو میں

تجھ میں ہی زندگی ہے تو ہی چشمۂ حیات
چھوڑوں اس آستاں کو تو جاؤں کدھر کو میں

کھلتے نئے ہیں پھول تیری گردِ راہ سے
حیرت سے دیکھتا ہوں تیری راہِ گذر کو میں

جس سے گزر ہو تیرا مبارک وہ راہ ہے
اعجاز تیرا پاتا ہوں جاؤں جدھر کو میں

اندھوں نے پائی آنکھ تو مومن ہوئے بصیر
سجدے میں گر کے سمجھا ہوں تیرے ہنر کو میں

کب تک دیارِ غیر میں کھاؤ گے ٹھوکریں؟
نام مسیح میں سب کو بلاتا ہوں گھر کو میں

چمرتی ہیں جب سے چمکا ہے انوارِ مسیحا
گاتا نئے ہوں گیت ہر شام و سحر کو میں

بحرِ عنایت

تصلیبِ مسیحا سے عیاں ہے یہ حقیقت
اک بحرِ عنایت ہے مسیحا کی محبت

وہ دل پہ اٹھائے ہے غمِ اہلِ جہاں کو
وہ منجیِٔ عالم ہے یہ ہے اس کی فضیلت

لافانی محبّت کا وہ سرچشمۂ یکتا
عرفان سے کرتا ہے وہ ہم سب کی شفاعت

مرتے ہوئے ڈاکو کو دی فردوس کی تسکیں
فرزندِ ہلاکت ہوئے فرزندِ سعادت

توڑے ہیں زخمی ہاتھوں سے سب طوقِ گنہ کے
اِک عہدِ فتحمندی کی کرتا ہے قیادت

مردانگی سے نقشِ پا پہ اُس کے چلیں ہم = آجائے اسی زندگی میں روزِ قیامت

اک لغزشِ تمیز سے کھوئی گئی بہشت
وہ ابتدا ہوئی ہے نہیں جس کی انتہا

اک پُرسکون آب میں پتھر سا آگرا
حلقہ وہ چل پڑا ہے نہیں جسکی انتہا

گنبد کی گونج سا ہے یہاں پر مقابلہ
ہلکی صدا بھی آتی ہے بڑھکر کئی گنا

منصوبۂ حیات یہ ہے کُو اختیار
وُہ سلسلہ چلا ہے نہیں جس کی انتہا

اُگتے ہیں بیج بڑھتے ہیں پھولوں سے پھل سے بیج
ایسی یہ ابتدا ہے کہ ہے خود ہی انتہا

گر اندرونی کشمکش میں یہ الجھ گیا
ہرگز نہ ملک راہِ ترقی پہ جائے گا

مضبوط ہوگا کس طرح یہ دستِ اتحاد
دیرینہ خدمتوں کا یونہی گر صلہ ملا

ہے زندگی میں سودِ مرکب کا سلسلہ
حاصل ہو سود یا ہو زیاں کا معاملہ

ہر راہِ پُر خطر میں مسیحا ہے پیشرو
اور ہمسفر نشانِ محبت صلیب کا

اسرارِ زندگی ہے محبت سے انکسار
پرچم صلیب کا ہے جہاں بھر میں اڑ رہا

بنیادِ زندگی ہو محبت تو آج ہی
سارے جہاں میں جشنِ مسرت ہو دلربا

بربط کے تار کی طرح ہے اپنی زندگی
مضراب ظلم جور ہے مضطرب بنا ہوا

اس راہِ پُر خطر میں یوں کاٹی ہے زندگی
منزل میں ہر قدم پہ مسیحا تھا رہنما

رفاہِ عام

تیری نجات اِن آنکھوں سے دیکھ لی میں نے
کرم سے تیرے ہی پائی ہے زندگی میں نے
نہ فکرِ سود و زیاں ہے نہ مال و زر کی ہوس
راہِ وفا میں لٹا دی ہے زندگی میں نے
خبر ملی تھی تیری رحمتِ بے بہا کی مجھے
لٹا کے اپنا سبھی کچھ ہے مول لی میں نے
ذرا غریبوں کی دیکھو تو طبعِ شاہانہ
ملی تھی ایک ہی بخشش سو بانٹ دی میں نے
وفا کی راہ میں بھی بے وفائی میں نے سہی
لگا کے سینے سے غم پائی آگہی میں نے
وہ شاہِ فضل و محبت، جہاں کا نور ہے وہ
جھلک سے اُس کے ہی پائی ہے زندگی میں نے

نظر جو آ گئی جنسِ گرانِ فضل مجھے
سکونِ قلب کی خاطر خرید لی مَیں نے
جہاں کی ریت یہ ہے خود پرستی۔ حسن کُشی
الگ رہا تو خریدی ہے دشمنی میں نے

ہمارا سکول

ہے قائم سکول اپنا راول کنارے
ہیں خدمت میں جس نے بہت دن گزارے
یہ ہمکو پیارا ہم اس کو پیارے
ہوا علم حاصل اسی کے سہارے
کورس:۔ ہے الفا عزیزا اور اوّل رہیگا
محبت سے الفت میں اوّل رہیگا

ہے بنیاد اس مدرسے کی محبت
ہے روحِ رواں اس کی سچی اخوت

یہی ہے تمنّا کریں سب کی خدمت
ہے صحت کا ماحول حاصل ہے فرحت
سلیقہ ہے ہر بات میں کیا یہاں پہ
صفائی سے محنت سے الفت برابر
تحمل سے قائم رفاقت سراسر
عَلَمَ نور ہے اور صداقت ہے راہبر
یہ الفا سدا ہم کو پیارا رہے گا
فقط علم کا ہی سہارا رہے گا
یہ حُبِّ وطن کا منارا رہے گا
چمکتا یہ روشن ستارا رہے گا

خداوند کا پاک روح

ہو تمجید تیری ابد تک خدایا ۔۔۔ کہ وعدے ہیں پورے کئے تو نے سارے
انڈیلا ہے روح اپنے لوگوں پہ تو نے ۔۔۔ جئیں لوگ تیرے اِسی کے سہارے
وہی ہے معلّم وہ ہادی ہمارا ۔۔۔ وہ روشن منارا سمندر کنارے
وُہ روح الٰہی دکھاتا ہے ہمکو ۔۔۔ تیری پاک مرضی کے دلکش نظارے
وہ ہے نورِ حکمت وُہ قوت ہماری ۔۔۔ کلامِ خدا سب دلوں میں اُتارے
وہ ہر کام کرتا روح ازلی سے کرتا ۔۔۔ رسول اُسکی آواز سنتے تھے سارے
نئی زندگی ہے فقط وہی دیتا ۔۔۔ وہ جوہر الٰہی دلوں میں ہمارے

عطا کر یہ بخشش چلیں تیرے روح میں
بسے روحِ اقدس دلوں میں ہمارے
ترے پاک روح کی ہدایت سے مومن
جئے جا رہے ہیں دعا کے سہارے

یرمیاہ کی مجبوری

۱۔ تیری ترغیب سے مجبور ہو کر
نبی بننا کیا مَیں نے گوارا
توانا تھا تُو مجھ سے۔ آیا غالب
اطاعت کے سوا کچھ تھا نہ چارا

کلام حق ہمیشہ ہی کیا نوش
تھا شیریں کس قدر اور کتنا پیارا
ہنسی میں بر اڑاتی ہے مری قوم
ترے پیغام کو جب بھی پکارا

کہوں گر یہ۔ نہ لونگا اب تیرا نام
تو دل میں اک بھڑکتا ہے شرارا
جو پوشیدہ ہے میری ہڈیوں میں
نہیں ہے ضبط کا کچھ جس کے یارا

ہدایت کر مرے لوگوں کی یارب
نہیں تجھ بن کوئی ان کا سہارا

معمّہ

یہ سمجھنے سے میں قاصر ہوں کہ پنہاں کس طرح
ذاتِ باری میں تھا یہ ننھا سا بچہ کس طرح
تجربے سے یہ مجھے معلوم لیکن ہو چکا
کہ الٰہی زندگی اس نے ہی کی مجھکو عطا
مَیں سمجھ سکتا نہیں سارے جہاں کو کس طرح
کلوری کی کروس سے چھٹکارا ملتا کس طرح
یہ مگر مَیں جانتا ہوں واں مسیح بے مثال
مجھ پہ ظاہر کرتا ہے اپنی محبت کا کمال
مَیں سمجھ سکتا نہیں کیسے ہُوا عقدہ کشا
قبر میں یوسف کی موت و زندگی کے راز کا
یہ مگر معلوم ہے لیکن کہ واں زندہ مسیح
بنگیا میرے لئے کثرت کی ابدی زندگی

بیت اللحم کو سلام

۱- اے بیت اَلّحم کے قصبے تجھے جاوداں سلام
جُھک جُھک کے تجھکو کرتا ہے سارا جہاں سلام

۲- تیری خموشیوں میں فرشتے ہیں گا رہے
خاکِ بریں کو کرتا ہے اب آسماں سلام

۳- کھیتوں میں تیرے آج تجلی ہے زور پر
کرتے ہیں گڈریوں کو بھی کروبیاں سلام

۴- تمجید آسماں پہ ہو خالق کی تا ابد
جو صاحبِ رضا ہیں انہیں جاوداں سلام

۵- مشرق نے تجھ میں نورِ صداقت ہے پالیا
مغرب کو مہرِ حق کی ہوں تابانیاں سلام

۶- داؤد کے شہر میں خود آیا ہے خداوند
فرطِ خوشی سے گاتے ہیں کرّوبیاں سلام

۷- چرنی ہے تیری مظہر نورِ خدا بنی
پاکیزگی و حلم اے کامراں سلام

۸- مشرق کے تارے سے ہوئی مغرب میں روشنی
اس آفتاب حق کی ضیا پاشیاں سلام

۹- پہنا دیا ہے ہالہ تجھے اپنا چاند نے
سجدے میں جھک کے کرتی ہے اب کہکشاں سلام

۱۰- بیت اللحم سے بڑھکے تو بیت ایل ہوگیا
خورشید کی طرح ہے یہ جنت نشاں سلام

۱۱- وہ زندگی کی روٹی تو روٹی کا گھر ہے تو
بخشش سے تیری زندہ ہے سارا جہاں سلام

۱۲- شاہ و گدا کی تجھ سے وابستہ ہیں امیدیں
کرتے ہیں مجوسی بھی گڈریے بھی یاں سلام

۱۳- میری دعا ہے تجھ سے اے ننھے عمانوایل
گاتی رہے ابد تک میری زباں سلام

تاریک دن

۱۔ جب بادل گھر کر آتے ہیں
دن اندھیارے ہو جاتے ہیں
جب دوست کنارہ کرتے ہیں
ہم مستقبل سے ڈرتے ہیں
وہ میرا سہارا بنتا ہے
ہر دکھ جو بشر کا سہتا ہے
جب دیکھتا ہے مجھکو محتاج
کرتا ہے میرے ہر غم کا علاج
گنتا ہے وہ میرے آنسو بھی
ہے جانتا اُن کو قیمتی بھی

۲۔ آزمائش گر اکساتی ہے
دنیا کی کشش بہکاتی ہے
آسمانی حکمت کی تنگ راہ
سے گر میں ہوتا ہوں گمراہ
یا چھوڑتا ہوں اس نیکی کو
ہے ہر دم جس کی جستجو
یا سرزد ایسا ہو قصور
دل جس کو کرتا نامنظور
کرتا ہے میری نگہداشت
آزمائش جس نے کی برداشت

۳۔ جب زخمی الفت سے لاچار
ہوتا ہے سینہ پُر افگار
دل جنکی عزت کرتا تھا
دے جاتے ہیں وہ سارے دغا
ہمدرد وہ بنتا ہے ہر دم
بے حد تھے جسکے رنج و الم

الفت کا دم جو بھرتے تھے
اور آخر دم تک مرتے تھے
جو اُسکی روٹی کھاتے تھے
انکار وہ کر کے بھاگ گئے

۴۔ جب خیال پریشاں آتے ہیں
پژمردہ دل پر چھاتے ہیں
جب روح کو زحمت ہوتی ہے
مرنے کی نوبت ہوتی ہے
دیتا ہے میرا خود ہی پاس
تنہا ہی اٹھائی جس نے یاس
وہ مشفق اپنے ہاتھوں سے
پونچھے گا آنسو آنکھوں سے
ہے دل کی دھڑکن کا وہ سکون
ہے جس کا پیارا نام یسوع

۵۔ جب غم سے نالاں گریہ سے
جھکتا ہوں لحد کے پتھر پہ
وہ دوست جو اب خاموش ہوا
جو خاک سے ہم آغوش ہوا
نہ جس کی ہستی، نہ ہے آواز
نہ جس کے تخیل میں پرواز
اے یسوع دیکھ ان آنسوؤں کو
ہیں اُس کے غم میں بہتے جو
جب لعزر موت میں سویا تھا
تو اُسکی قبر پہ رویا تھا

۶۔ آخر میں ختم ہو جسدم جنگ
اور موت کی بس باقی ہو اُمنگ
اے میرے مونس اے غمخوار
اے لاتبدیل اے پالن ہار

بیمار ہوں دُکھ سے بیقرار   اُس وقت ہو تُو مرا غمخوار

تُو موت سے بھی ہے آشنا   دے اپنے اس بندہ کو بقا

پھر آخری آنسو پونچھ کر

خود لے چل اپنے باپ کے گھر

محبّت کا جنم

کرسمس پر محبّت ہے مجسّم   ہوا ظاہر الٰہی اک تبسّم

محبّت آسمان سے ہو کے نازل   ہوئی آغوشِ مریم میں مجسّم

ستارے ہیں خوشی سے جگمگاتے

فرشتے گیت صلح کا سناتے

گڈریے ڈر کے مارے کانپ اُٹھے

مجوسی اپنے ہدیئے سب ہیں لاتے

ستاروں کی چمک سے خوب بڑھکر

ہُوا روشن ستارہ ہم سبھوں پر

محبت کی ضیا ہے اس سے تاباں

ہے چرنی میں پڑا طفلِ منوّر

محبت کا یہ گہوارہ نبی ہے   یہ ہر اُمید کا تارا نبی ہے

یہ وہ حبلِ متیں ہے جو خدا تک   پہنچنے کا سہارا اک نبی ہے

محبّت ہے وہ ایثارِ الٰہی   مسیح کو جو زمیں پر کھینچ لائی

یہ وہ دستِ وفا ہے اے گنہگار   جو دیتا موت سے سب کو رہائی

محبّت تمکنت سے آسماں پہ   محبّت عجز سے کون و مکاں پہ

مسلّط ہے ازل سے ہر زماں میں   اُسی کی حکمرانی اِنس و جاں پہ

بڑھایا ہے مسیح میں دستِ یزداں   محبّت نے کہ تھامے اسکو انساں

یہ زینہ ہے زمین و آسماں میں   مسیحا کا ہے پکڑا ہم نے داماں

جنم لیکر مسیح نے اس جہاں میں   محبّت کو بسایا ہر زماں میں

وہ چرنی میں ستارہ نیکی چمکا   جو منجی ہے نگاہِ عاصیاں میں

محبت ہے مسیحی کی نشانی   محبت ہی حیاتِ جاودانی

زمین و آسماں میں پُل محبّت

محبت عارفوں کی زندگانی

۱۳ ایسٹر ۱۹۵۶ء

تُم زندہ کو مُردوں میں کبھی پا نہ سکوگے
بیشک اسے ڈھونڈو گے مگر پا نہ سکوگے

خوشبوئیں بہت لائی ہے مریم مگدلینی
پر موت کے فاتح کو تم دفنا نہ سکوگے

پتھر سے لحد ڈھانک کے تم مُہر لگا دو
پر زلزلہ حق کو تو سدھا نہ سکوگے

پتھر وہ لڑھک کر ہے ہٹا دیکھ لو لوگو
منجی کو کبھی قبر میں ٹھہرا نہ سکوگے

پاکیزگیٔ روح سے جیتا ہے مسیحا
غالب کبھی شمشیر سے تم آ نہ سکوگے

مٹتا نہیں ہے چاند اگر چاند گہن ہو
سائے سے حقیقت کو تو شرما نہ سکوگے

ملتی ہے۔ اُس کے فضل سے مُردوں کو قیامت
سلطانِ حیات ایسا کہیں پا نہ سکوگے
زندہ مسیح نے بخشی ہے کچھ ایسی زندگی
خوش ہو کے کہیں اور اسے پا نہ سکوگے

قوموں کی آرزو

اے نگہباں ۔ اے نگہباں ۔ رات کی ہے کیا خبر ؟
رات آتی ہے مگر آتی ہے بعد اُس کے سحر
ظلمتِ شب میں ستارے ہیں نہ ہے نورِ قمر
مثلِ سایہ چھپ گئے ساتھی جو تھے اپنے بشر

اے نگہباں ۔ اے نگہباں ۔ رات کی ہے کیا خبر ہے ؟
رات آدھی اور ہے طوفان و بارش سر بسر
برج پر اپنے کھڑا ہوں ۔ میں سحر کا منتظر
پہرے والوں سے زیادہ کون تکتا ہے سحر

اے نگہباں ۔ اے نگہباں رات کی ہے کیا خبر ؟

رات باقی ہے ۔ نہیں اب بارش وطوفاں کا ڈر
ابر کے ٹکڑوں میں تارے اب تو آتے ہیں نظر
چین سے بیٹھو کہ میں بھی ہوں سحر کا منتظر

اے نگہباں ۔ اے نگہبان رات کی ہے کیا خبر ؟

مدتیں گزری ہیں امیدوں کی تکتے ہیں سحر
کب تلک اُمید پہ جیتا رہیگا اب بشر
چند روزہ زندگی کا ہے یہی آخر ثمر

اے نگہباں اے نگہباں رات کی ہے کیا خبر ؟

لو سنو آتی ہے مجھکو دور سے بانگ درا
رات بھر چل کے چڑھا ہے اک افق پر قافلہ
صبح صادق آرہی ہے ، ہے اگرچہ دھندلکا

اے نگہباں ۔ اے نگہباں رات کی ہے کیا خبر ؟

صبح کا تارا ہوا مشرق میں اب تو آشکار
آفتابِ حق کی آمد کی ہے اب ہر سو پکار

خواب غفلت کا مٹا ڈالو اب آنکھوں سے خمار

لو وہ اپنے گھر میں آیا جو خدا کا ہے کلام
جس کی آمد سے ہوئے سارے فرشتے شادکام
جس کے سجدے کو مجوسی آرہے ہیں تیز گام
گود میں مریم کی لیٹا ہے وہ با صد احتشام

انبیا کی آرزوؤں کی یہی تنویر ہے
نسلِ انسانی کی امیدوں کی یہ تعبیر ہے
باپ کے ازلی ارادوں کی یہی تصویر ہے
ازلی و ابدی خموشی کی یہی تقدیر ہے

آزمائش کی گھڑی

آزمائش کی گھڑی میں اے یسوع مجھکو بچا
تاکہ بزدل بن کے میں انکار نہ کر دوں تیرا
پیش و پس میں جب تو دیکھے اک نظر سے بے بلا
نہ رعائت سے نہ ڈر سے کرنے دے مجھکو خطا
جب فسوں کاری سے دنیا مجھکو گرویدہ کرے
یا خزانے دیکھ باطل مجھکو للچانے لگے
مجھکو گتسمنی کا اندوہناک منظر تُو دکھا
یا کہیں اُس سے بھی بڑھکر کلوری کا ماجرا
یا محبّت سے اگر تُو تربیت میری کرے
ایسی قربانی پہ برکت فضل کی تو بھیجا رے
تب ترے مذبح پہ ہونگا شوق سے میں بلیدان
جسم ہو کمزور لیکن جام پی لیگا ایمان

زبور نمبر ۹۶

نیا گیت گاؤ خدا کے حضور   سب اہل زمیں گائیں با صد سرور
سب اہل جہاں اُسکو سجدہ کریں   وہ نام خدا کو مبارک کہیں
نجات اُسکی ہر روز سب سے کہیں   جلال اُسکا قوموں میں ظاہر کریں
خداوند اعظم ستائش کے لائق   ہے تعظیم اسکی الٰہوں سے فائق

جلال اور عظمت ہیں اس کے حضور
جمال اور قدرت بھی اس کے حضور

خدا اور قوموں کے بس خاک ہیں   بنائے خدا نے سب افلاک ہیں
کرو اُسکی تعظیم و تمجید لوگو   خداوند کی تمجید سب ملکے بولو
عبادت کرو شان حق کے مطابق   ہوں ہدیئے سبھی اسکی عزت کے لائق
کرو سجدہ با نم تقدس سے اسکو   ہے مرغوب آرائشِ پاک اسکو

ہوں خوش بارگاہوں میں قومیں تمام
حضوری میں اسکی وہ کاہنیں مدام

نعرۂ نصرت

نوید نعرۂ نصرت ملائک لے کے آئے ہیں
قیامت کی بہارِ نو کا مژدہ لے کے آئے ہیں

ہوئیں پژمردہ روحیں پھر سے شگفتہ روح انور
تری ہی مسکراہٹ نے یہ سب غنچے کھلائے ہیں

شگفتہ روحیں حسن جاوداں تیری قیامت کا
ترے ہی فضل نے گلشن میں یہ غنچے کھلائے ہیں

غبارِ ظلمت گو رو کفن میں منہ چھپایا تھا
مگر اب آفتابِ حق نے سب بادل مٹائے ہیں

گزاریں قبر میں گو چند راتیں استراحت کی
مگر خورشیدِ خاور بنکے عالم پہ وہ چھائے ہیں

یہ ممکن ہی نہ تھا مغلوب ہوتا موت سے منجی
اسی نے قم باذنی کہکے سب مُردے جلائے ہیں

نیا رازِ حقیقت کھل گیا تیری قیامت سے - کہ کفارے سے سب کونین تونے ہی چھڑائے ہیں

برگزیدہ لوگ

مسیحا کا رُوح پھر سے ہوتا ہے زندہ
جہاں نیک بندوں کو ہم دیکھتے ہیں

نئی نسلیں پھر دیکھ لیتی ہیں اُن میں
کلام مجسّم جو ہم دیکھتے ہیں

زمیں کے حلیموں پہ رحمت خدا کی
وہ خالق کی مرضی بہم دیکھتے ہیں

سبھی کو وہ اپنا سمجھتے ہیں بھائی
خدا کو بہت خود کو کم دیکھتے ہیں

سبھوں کا ہے دُکھ اُن کی اپنی اذیت
مسیح کی طرح سب کا غم دیکھتے ہیں

وہ لکھتے ہیں اوراقِ ہستی پہ پھر سے
اناجیلِ زندہ جو ہم دیکھتے ہیں

التجا

میں قربان کانٹوں کے اے تاج والے ۔ اسیر اپنی الفت کا مجھکو بنا لے
تو بانی ہے ایمان کامل کا مجھکو ۔ میرا من میرا تن بھی تیرے حوالے
بنا مردِ غمناک واقف الم سے ۔ محبّت کے سلطان سب سے نرالے
فدا تو نے جان اپنی کی میری خاطر ۔ گنہ سے رہائی عطا کرنے والے
چمکتا ہے تو نور دنیا کا بن کے ۔ اُجاگر خیالِ خدا کرنے والے
بھٹک کر بہت دور آیا ہوں گھر سے
تو گمراہ کو راہِ حق پر بلا لے
ہے گرداب و طوفاں میں کشتی ہماری ۔ مرے ناخدا ڈوبنے سے بچا لے
ہیں کالی گھٹائیں مخالف ہوائیں ۔ زمانے کی گردش کو سلجھانے والے
بہت سال کی ہے غلامی گنہ کی ۔ تو عاصی کا غمخوار بن کے بچا لے
ترا نام بالا و برتر ہے سب سے ۔ مرے دل کی ڈھارس اسی کو بنا لے
رہائی تری موت سے جب ملی ہے ۔ میرے دل کو مسکن بھی اپنا بنا لے
ترے در پہ سجدے میں مَیں گر گیا ہوں ۔ بڑے فضل سے جھک کے مجھکو اٹھا لے
تیری دید کی بس مجھے آرزو ہے ۔ جلال خدا کو عیاں کرنے والے

میں صدقے ترے نور کے تاج والے
جہاں تو ہے خادم کو واں پر بلا لے

عمانوئیل

خدا کی محبّت کی گہرائیاں ۔ مسیحا کی آمد نے کر دیں عیاں
خطاب اُسکا عمانوئیل ہے سدا ۔ ہے ساتھ اپنے لوگوں کے ہر دم خدا
یسوع نام پیارا گنہگار کو
خلاصی گناہوں سے دیتا ہے جو

تجسّم کا مژدہ یہی ہے مدام ۔ ہے بنیادِ ایماں خدا کا کلام
خدا کی محبّت کی وسعت کو دیکھ ۔ وہ پھیلے ہوئے دستِ شفقت تو دیکھ
شفاعت وہ کرتا ہے ہر دم تیری ۔ ہے مطلوب اُسکو تری بہتری
خدا ہو گیا جب ہماری طرف ۔ تو کون اسکے لوگوں پہ لائیگا حرف
موا ہے مسیح بلکہ زندہ ہوا ۔ محبت سے اُسکی ہوں کیسے جدا
بلندی خدا کی محبّت کی خوب ۔ رفاقت مسیحا کی کیسی عجوب
مسیح بن گیا خود امید جلال ۔ وہ مومن کے دل میں ہے جوہر کمال

وہ پژمردہ دل کی تر و تازگی — ہے فضل اس کا سب کے لئے زندگی
وہ عمانوئیل اپنے لوگوں کیساتھ — ابد تک وہ دیتا ہے خود انکا ساتھ

صبح کی دعا

ہیں تیری رحمتوں کے عجوبے نئے نئے
ہیں برکتوں کے تیری کرشمے نئے نئے

تاریکی اور نیند سے جاگے ہیں پھر سے ہم
طاقت۔ خیال و زندگی پھر سے نئے نئے

ہر دن کی واپسی پہ ہے رحمت تری نئی
تیری وفا کے تجربے کیسے نئے نئے

خطرے مٹے نئے۔ تو خطائیں نئی معاف
اُبھریں نئی اُمیدیں ارادے نئے نئے

تقدیس خدمتوں کی ہمیشہ جو ہم کریں
ہونگے نذر کو اُس کی خزانے نئے نئے

انکار سے خودی کے نظر آ ہی جائیں گے
اپنے خدا کو ملنے کے رستے نئے نئے

آخر میں تیرے فضل سے ہمکو ہوں دستیاب
کامل ترے سکوں کے وہ چشمے نئے نئے

توفیق آج تُو ہمیں اتنی ہی کر عطا
اطوار ہوں دُعا سے بھی ملتے نئے نئے

ایمان۔ اُمید۔ محبت

ایمان = تین چیزیں دائمی ہیں عالم عرفان میں
انس پہلے پاتا ہے نشو و نما ایمان میں

کیونکہ اَن دیکھے جہاں کا ہے ثبوت ایمان ہی
صادقوں کے واسطے ہے زندگی ایمان میں

آزمائش میں رہائی ملتی ہے ایمان سے
ظلمتوں میں ہے ضیائے حق فقط ایمان میں

راہئی ملک عدم کے واسطے ہے یہ عصا
طفلی و پیری جوانی کی ہدیٰ ایمان میں

ہو نہ گر ایمان نامقبول ٹھہریں حق کو ہم
برگزیدہ لوگ چلتے ہیں فقط ایمان میں

جب گھٹائیں چڑھ کے لیتی ہیں فلک کو سب چھپا
ہوتا ہے مومن پہ جلوہ گر خدا ایمان میں

ابتدا و انتہا ایمان کی ہے خود مسیح
بڑھتا ہے سچا مسیحی ہر گھڑی ایمان میں

وہ جوانمردوں کا رہبر دکھ میں بھی اور سکھ میں بھی
ہم کو غالب کرتا ہے شیطان پر ایمان میں

اُمید

دوسرا درجہ ہے اس عالم میں پھر اُمید کا
اجنبی سے ملک میں نقشہ ہے بس اُمید کا

رات کو رونا پڑے اس وادیٔ آفات میں
صبح تک جلتا ہے دیپک دل میں پر اُمید کا

وقت حاضر کے لئے ایمان ہے رہبر فقط
اور مستقبل میں ہے اک بادباں اُمید کا

بادشاہت اپنے بندوں کیلئے تیار کی
منزلِ حق کو چلا ہے کارواں اُمید کا

اُس جلالی بادشاہت کو پہنچنے کے لئے
کامیابی کا فقط زینہ ہے اک اُمید کا

حق کی تدبیروں کو سمجھے کس طرح فانی بشر
ڈگمگاتی ناؤ کو ہے آسرا اُمید کا

لاکھ پردے چیر کر آخر کیا ہے آشکار
قصۂ بیت اللحم میں پیکر اک اُمید کا

محبت = سب سے اول درجہ ہے لیکن محبت کا یہاں
کس کی گویائی میں یارا ہے کرے اسکا بیاں

دید کی امید ہرگز تاب لاسکتی نہیں
سامنے آجائے تو ایمان کا امکان کہاں؟

پر محبّت کو کبھی ہوتا نہیں ہرگز زوال

ہے ازل سے بس ابد تک اک محبت پاسباں

عقل ناقص حُسن فانی ۔ علم ہے سب ناتمام

ختم ہو جاتی نبوّت آخرش ہے سب یہاں

ہے بقا لیکن محبّت کو ہمیشہ کے لئے

سچ ہے یہ بالکل محبّت میں خدا ہے خود عیاں

سکّۂ زرّیں یہ چلتا ہے فقط فردوس میں

امتیازِ نسلِ آدم ہے محبت بے گماں

کر دیا پورا ہر اک قانون حق کا لاکلام

جس نے مانا ہے محبت کو اکیلا کامراں

یقینی پناہ

۱۔ ہے مضبوط قلعہ ہمارا خدا

فصیل ایک لافانی وہ کبریا

وہی ہر بلا میں ہے اُمید گاہ

وہ طوفانِ مہلک میں جائے پناہ

کہ دشمن پرانا یہ شیطان ہے

وہ کرتا ہمارا ہی نقصان ہے

زبردست ہے اور وہ مکّار ہے

مسلّح وہ ظلم و غضب سے سدا

زمیں پر نہیں کوئی ویسا ہوا

۲۔ بھروسا جو طاقت پہ اپنی کریں

ہوں ناکام اپنی سبھی کوششیں

نہ ہو مردِ صالح اگر اپنی طرف

جسے خود خدا نے یہ بخشا ہے شرف

بتاؤں ہے کیا میرے حامی کا نام؟
یسوع جو مسیح ہے یہی اُس کا نام
وہ فوجوں کا رب اور خدا کا کلام
بدلتا نہیں وہ زمانوں کے ساتھ
ظفرمند آخر کو ہے اُس کا ہاتھ

۳- شیاطین سے گر ہو دنیا بھری
تباہی پہ اپنی ہو گرچہ تلی
ہراساں نہ ہوں ہے خدا کی رضا
کہ فاتح ہو سچائی ہم سے سدا
عزیز و اقارب، یہ مال و متاع
فنا ہوں تو ہوں جائے یہ زندگی
کریں قتل بلکہ مرا جسم بھی
ابد تک رہے گا خدا کا کلام
وہی بادشاہی کرے گا مدام

زبور نمبر ۲۷ حصہ اوّل

خداوند میری روشنی اور نجات
مجھے کس کی دہشت؟ مجھے کس کی ہیبت؟
ہے طاقت وہ میری۔ وہ میری پناہ گاہ
میری زندگی کا وہ لافانی پشتہ
نہ ہاروں گا ہمت مقابل ہو لشکر
گریں گے میرے سارے دشمن سراسر
خدا سے فقط چیز اک میں نے مانگی
اُسی کا رہونگا میں طالب یہاں بھی
کہ گھر میں خدا کے سکونت ہو میری
جمالِ خدا دیکھنے سے ہو سیری
سوال اُس سے پوچھوں میں ہیکل میں آکر
وہ دیگا جواب اپنی رحمت سے آخر
مصیبت کے دن وہ چھپائیگا مجھکو وہ خیمے میں اپنے بٹھائیگا مجھکو

مردِ غمناک کی خوشی

اُسے مردِ غمناک کہتے ہیں کیوں؟
اُسے نقشِ غم یہ بناتے ہیں کیوں؟

تصاویر میں کیوں ہے کانٹوں کا تاج؟
شبیہ اُسکی غمگیں بناتے ہیں کیوں؟

مسیحا تھا میرا مجسم خوشی
اگرچہ اذیت بہت ہی سہی

مسیح کی خوشی رنج بھی سہہ سکی
وہ دنیا کی سطحی خوشی تو نہ تھی

پسند اس کو کرتے تھے بچے سبھی
رفاقت میں اُسکی تھی انکی خوشی

نہ گرویدہ کرتا محبت سے گر
نہ جادو کا ان پہ وہ کرتا اثر

بلاتے تھے جب اسکو دعوت پہ لوگ
خوشی سے کلام اُس کا سنتے تھے لوگ

وہ تھا حُسنِ محفل وہ محفل کی شان
لطافت پہ لوگ اسکی دیتے تھے جان

کلام اُس کا پُر فضل و فرحت نما
ہزاروں ہی لوگ اُس پہ ہوتے فدا

شب و روز بھیڑ اس کی سنتی رہی
نہ کھانے نہ پینے کی کچھ فکر تھی

وہ مردِ دُعا تھا وہ شاکر سدا
سدا شاد رہتا ہے شاکر سدا!

محبت تھی سوسن کے پھولوں سے کیا
ہوا کے پرندوں سے بھی پیار تھا

وہ جانِ جہاں تھا وہ حُسنِ جہاں کتابِ حقیقت کا وہ رازداں

سکوں دل کو دیتا تھا اشجار میں
بیاباں میں باغوں میں کہسار میں

جو ماحول کرتا ہے ایسا پسند
خوشی اُس کی ہوگی نہ کیوں پھر دوچند

کہا اُس نے دیتا ہوں تم کو خوشی
نہ پاؤگے دنیا میں ایسی کبھی

وہ دُلہا ہے باراتی ہیں ہم سبھی
ہوں غمگین؟ ممکن ہے کیا یہ کبھی؟

وہ آیا تھا بگڑی بنانے کو خود
وہ جیتا ہے فردوس دینے کو خود

جو روتے ہیں لے کر مسیحا کا نام
نہیں جانتے اُس کی آمد کا کام

جھلک اُس کے رُخ کی جو پاتے کہیں
خوشی سے وہ پھولے سماتے نہیں

سدا خوش رہو ہے یہ رازِ دلی
ہے ظاہر اسی سے نئی زندگی

ہے محبوب جس کا ہمارا خدا
ہے خالص خوشی اس کا ہی تجربہ

اسی پر عیاں ہے مسرت کا راز
سمجھتا ہے کامل محبت کا راز

رفاقت میں اُس کی رہو گے اگر
تو ہرگز ڈرو گے نہ جانِ پدر

نورِ خدا

مرحبا! مسرور کن نورِ خدا ۔۔۔ حسنِ کامل تو جلالِ پاک کا
باپ نے تجھ سے کیا روشن جہاں ۔۔۔ ہے وہی باقی ابد تک شادماں
قدسیوں سے بھی مقدس ہے یسوع ۔۔۔ ظاہر و باطن کا مالک ہے یسوع
انتہائے قدس سے بھی پاک ہے ۔۔۔ نام تیرا مالکِ افلاک ہے
دُھن میں ہے سوچ بھی آرام کے ۔۔۔ ہر طرف دیپک اجاگر شام کے
مدح گاتے ہیں خدائے پاک کی ۔۔۔ سجدہ کرتے ہیں جسے افلاک بھی

باپ۔ بیٹا اور الٰہی پاک رُوح
ہر ستائش کے ہے لائق آپ تو

زندگی کرنا عطا ابنِ وحید
پوجتے انس و ملک تجھکو حمید

سب پہ ظاہر کرتے ہیں تیرا کمال
سب جہانوں میں عیاں جس کا جلال

مبارک ہیں جو پاک دل ہیں

مبارک ہیں جو پاک دل ہیں سدا — انہی کو میسر ہے دیدِ خدا
کھلا ان پہ رازِ خدا بے گماں — انہی کے دلوں میں مسیح کا مکاں
نمونہ ہے ان کا وہ شاہِ کریم — رہا ساتھ انساں کے ہو کے حلیم
دیا چھوڑ جس نے الٰہی جلال — کہ بخشے ہمیں زندگی اور کمال

حلیموں پہ اب بھی وہ ہوتا ہے ظاہر
فروتن سبھی اُس کے بنتے ہیں ناظر
سکونت وہ کرتا ہے ہر پاک دل میں
تجلی ہے اُسکی شگفتہ دلوں میں

حضوری کے طالب ہیں ہم اے خدا
ملے کاش ہم کو تیری یہ عطا
کہ دل پاک ہوں اور فروتن تمام
بنیں تاکہ لائق تیرے یہ مقام

مقدس پیٹرک کا گیت

(۱) میں ایماں کی طاقت سے ہوں باندھتا — تجسم مسیحا کا اب سے سدا
جو بپتسمہ پھر دن میں اُس نے لیا — وہ موت اُسکی چھٹکارا جس سے ہوا
لحد کے سبھی جبر، نے توڑے تھے بند — رہِ آسمانی ہیں جو سر بلند
عدالت کے دن لوٹ کر آئیگا — یہ سب آج ایمان سے میں نے لیا
(۲) میں پھر باندھ لیتا ہوں ایمان سے — خدا کو سدا تھامتا جو مجھے
ہیں آنکھیں نگہبان جس کی سدا — ہے طاقت اُسی کی سہارا مرا
ہیں کان اُسکے سنتے میری ہر پکار — سمجھ بخشتا ہے وہ پروردگار
ہے سامانِ گویائی اُس کا کلام — محافظ ہیں میرے فرشتے تمام
(۳) مسیح ساتھ میرے وہ مجھ میں بسے — مسیح میرے پیچھے اور آگے رہے
مسیح میرے دہنے مسیح مجھکو جیتے — مسیح دے تسلی بحالی بھی بخشے
مسیح میرے نیچے مسیح میرے اوپر — مسیح خامشی اور خطروں میں حاضر
مسیح اُن دلوں میں جو مجھکو ہیں چاہتے — مسیح دوست اور اجنبی بن کے بولے

(۴) میں قدرت بھرا نام ہوں باندھتا ۔ جو نالوث کا نام ابدی سدا
جو ہے تین میں ایک اور اک میں تین ۔ دہائی اُسی نام کی بالیقین
اُسی نے بنائے ہیں قدرت کے کام ۔ وہ باپ اور روح اور ابدی کلام
ہو تجدید اُسکی جو شاہِ نجات
خداوند مسیح بخشتا ہے نجات

خانہ جنگی

جنگ کرتی ہیں میرے دل کے لیئے دو طاقتیں
اِک طرف شیطاں کی طاقت اک طرف نام خدا
چھا رہی ہے میرے دل پہ اک نرالی سی گھٹا
ایک رُخ جس کا ضلالت دوسرا نورِ ہدیٰ
ہے خدا کی بادشاہت کی وراثت اک طرف
اک طرف ہے اس جہاں کی آرزؤں کی صدا
ان صداؤں سے ہوا ہے یک دلی کا خاتمہ
اِک نظر دنیا کی جانب دوسری سمتِ خدا

سحرِ دنیا مجھکو بہکاتا خدا سے دور ہے
چند روزہ زندگی کا اک تماشا بن گیا
زندگی و موت مبنی ہیں ارادے پر میرے
فیصلہ کرتا ہے مجھکو کون ہو آقا میرا
زندگی و موت لڑتی ہیں میرے دل کے لئے
یا چنوں میں برابّا کو یا چنوں ابنِ خدا
دیکھے مجھکو دل کسی کو ماننا ہے بادشاہ
یا بنوں شیطان کا خادم یا بنوں ابنِ خدا
میری مرضی کے مگر چوگرد حلقہ ہے بنا
تاکہ میں آزاد ہو کے خود کروں یہ فیصلہ
اس تگ و دو کا فقط شاہد بنا ہے دل میرا
چشم دنیا دیکھ ہی سکتی نہیں یہ ماجرا
انتہائی آرزو گو دل کی ہے افلاک میں
نفسِ امارہ اُسے دیتا ہے مٹی میں ملا

ہر تمنّا اک دُعا ہے رُوح کی پرواز کو
ہر تغافل مثلِ دشمن بال و پر ہے نوچتا
بن گئی دل کی تمنّا بس صعودِ رُوح کا راز
زینہ پر چڑھنے سے پہلے آسماں کا در کُھلا
دیدۂ حق نے کر دیا ہے دو دلی کا خاتمہ
سحرِ دنیا خواب کی مانند اب جاتا رہا
سائے میں منجی کھڑا ہے زندگی کا لیکے جام
گر خودی مصلوب ہو تو ملتی ہے مجھکو بقا
اب فدایانِ مسیح اٹھتے ہیں لیکر اُس کا نام
نغمۂ نامِ مسیحا سے ہے شیطاں کانپتا
دار پر قربان ہُوا میرے گناہوں کے لئے
فدیۂ کامِل مرے اب دل کا مالک بن گیا

سنگِ پارس

اے میرے خدا - اے میرے بادشاہ
ہر اک شے میں دیکھوں تجھے یہ سکھا
کروں کام کوئی بھی کیسا کبھی
وہ سب تیری خاطر کروں باخوشی
نہ مانندِ حیواں نہ جیسے گنوار
کہ بے سوچے سمجھے ہیں جنکے کار
ہوں مرغوب تجھ کو میرے سب اعمال
عطا کر سکے جن کو بلکہ کمال
غرض دُور بینی کی ہو نہ اگر - تو شیشہ پہ بس ٹھہرتی ہے نظر
نظّارہ مگر آسماں کا کرے بیشتر دُور بیں گر بنائے اُسے
سبھی اس طرح تجھ میں ہونگے شریک ترے نام کی مانگیں گر تجھ سے بھیک
نہیں کام کوئی بھی ایسا ذلیل - تیرا نام عالی نہ جس کا کفیل
شریعت کو تیری اگر مان کر - مزیّن کرے کام پہچان کر

جو جاروب کش ہو تیرے واسطے - عبادت بنیگی مشقت اُسے
یہ وہ سنگِ پارس ہے، جو یکتا ہے - ہر اک شے کو کندن بنا دیتا ہے
خدا جسکو اپنا کے چھو لیتا ہے
اُسے کون کم ظرف کہہ سکتا ہے

زبور ۲۳

خداوند ہے کرتا میری پاسبانی
ہے افراط سے جس کی ہر مہربانی
چراگاہیں سرسبز ہیں لیٹنے کو
وہ فرحت کے چشموں کا رہبر ہے مجھکو
میری زندگی کو بحالی وہ دیتا
میری جان کو موت سے وہ بچاتا
مجھے راستی کی ہے راہیں دکھاتا
جو سر چشمہ خود راستی کا کہلاتا

میرا راستہ تنگ گھاٹی سے گزرے
جہاں گہری ظلمت کے سائے ہیں بستے
نہ خطرے کا ڈر ہے رفاقت میں تیری
عصا اور لاٹھی جو ہمت ہیں میری
میرا میزباں ہے ضیافت بچھاتا
مقابل میں دشمن کے بھی تُو کھلاتا
انڈیلا ہے سر پہ میرے تیل تُو نے
بھرا ہے پیالہ بھی لبریز تُو نے
یہی حال ہوگا میرا زندگی بھر
تری مہر و شفقت ہیں مجھ پہ برابر
اُس ازلی کے جہاں کی خدمتگذاری
کرینگی خدا کے یہ کنبے ہیں ساری

ایمان

فقط ایماں ہی ہے قوتِ تخلیق روحانی
کہ آتی ہے نظر جس سے ہمیں دنیائے لافانی

بصارت کو بصیرت اہلِ دنیا تو سمجھتے ہیں
بصیرت ہے مگر ایماں برائے دورِ نورانی

فقط ایمان سے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عالم
کلامِ حق ہی سے موجود پاکر حکمِ ربانی

فقط ایمان سے اندیکھی دنیا دیکھ لیتے ہیں
ہوئی جس چیز کی اُمید وہ ایماں سے پہچانی

نذرِ قائن کی نامقبول پر ہابیل کی مقبول
پسندیدہ خدا کو ہے فقط ایماں کی قربانی

فقط ایمان سے اقرار پر پورے اترتے ہیں
ہمیشہ تکتے ہیں یسوع کو جو ایماں کا ہے بانی

بزرگوں کو ملی اچھی گواہی صرف ایمان سے
فقط ایمان سے حاصل ہے اُنکو ملکِ لاثانی

بقا ملتی ہے مومن کو فقط ایمان لانے سے
ترقی اس سے کرتی ہے حیاتِ مردِ روحانی

فقط ایمان سے مغلوب ہوگی ایک دن دنیا
فقط ایمان سے ہم نے ہے شیطاں پہ فتح پائی

نہیں مقبول حق کو گر نہ ہو ایمان ہی کامل
کہ بے ایمان نے ہستی خدا کی بھی نہیں جانی

نظر آتی ہیں جو چیزیں یہ سب ہی چند روزہ ہیں
مگر اندیکھی دنیا تو ہے باقی بلکہ لافانی

فقط ایمان ہے رازِ ترقی اس ثقافت کا
بغیر ایمان کے لازم ہبوطِ نسلِ انسانی

تفریق

اگر مرغوبِ خاطر ہو گیا کچھ اُس کی نظروں میں
تو انساں جان و دل سے اُس کا پھر شیدا و والا ہے

وہ ہر ایجاد کی نقلیں ہزاروں ہی بناتا ہے
پسندیدہ ہر اک شے کو اُسی سانچے میں ڈھالا ہے

مگر رازِ الٰہی ہے کہ ہو تفریق ہر شے میں
کہ ہر پتہ شجر کا دوسرے سے کیا نرالا ہے

کروڑوں اور لاکھوں ہی ہوئے انساں ہیں دنیا میں
مگر ہر فرد ہر اک قوم کا سب سے نرالا ہے

نہیں بھائی بھی بھائی سے نہ بیٹا باپ سے ملتا
تشخص ہے جداگانہ ہر اندازہ نرالا ہے

نیا انداز ہے طور و طریقہ بھی جداگانہ
کہ ہر اک فردِ ہر اک خانداں کا بھی نرالا ہے

ہیں یکساں گو، مگر ہر شاخ پہ ہر گل انوکھا ہے
کہ ہر غنچہ نئے سانچے سے قدرت نے نکالا ہے

ہے صناعِ ازل نے صبر سے کیسے تحمل سے
ہر اک مخلوق کو ہر رنگ و بُو میں کیا سنبھالا ہے

ستائش کرتا ہوں حلم الٰہی کی محبت کی
مسیح میں جس نے ہر انساں کا فدیہ نکالا ہے

خودی یا خود غرضی

ہے خودی کچھ اور شے خود غرضی ہے کچھ اور چیز
باثمر خود کا تصرّف، خود پسندی اک سراب
خود کی قربانی سبھوں کو کس قدر ہے دل پسند
خلق و خالق کے لئے ہے خود پسندی اک عذاب
مرتا ہے گِر کر زمیں میں گیہوں کا دانہ اگر
کس قدر افراط سے پاتا ہے وہ اپنا جواب

بھوک دنیا کی رفع کرتا ہے قربانی سے کیا
حاجتِ دنیا مٹا دیتا ہے کیسے بے حساب
اک مسیحا کے تصلّب سے ہوئی دنیا رہا
خلد ہی بن جائے دنیا ہو بدی سے اجتناب
لیکے ہر مخصوص شخصیت کو وہ نورِ ہُدیٰ
شکل پر اپنی ہی ڈھالیگا جہاں کا آفتاب
نور سے کر کے ترقی نور تک پہنچیں گے ہم
اپنی آنکھوں سے سبھی دیکھیں گے اس کو بے حجاب
کاش کہ ہر اک مسیحی پیروی اُسکی کرے
نقش پر چل کر مسیحا کے پھر آئے انقلاب

خداوند میرا گیت

ٹل گیا میرے خدا کا قہر مجھ سے ٹل گیا
پہلے تھا ناراض لیکن اب حیمین بن گیا

تو تھا ناخوش مجھ سے گو میرے گناہوں کے لئے
دیکے خود فدیہ گنہ کا میرا ضامن بن گیا
مجھکو تُو نے دی تسلی بن گیا میری نجات
بلکہ تو خود زور میرا اور توکل بن گیا
یاہ یہوواہ میری طاقت اور میرا ہے سرود
ہے ستائش کے جو لائق گیت میرا بن گیا
پانی چشموں سے بھرینگے بہتی ہے جن سے نجات
مانگیں گے اُس سے دعائیں جو ستائش بن گیا
درمیاں قوموں کے ظاہر کر کے اُس کے کام ہم
نعرۂ تقدیس گائیں جو مہیمن بن گیا
جانتی ہے ساری دنیا اس جلالی باپ کو
مدح اس کی گاؤ ہر دم جو معاون بن گیا
دخترِ صیہون گا اپنے خدا کی حمد تُو
مسکنِ قدوسِ اسرائیل تجھ میں بن گیا

گیت کا مضمون ہے میرے پُر محبت بادشاہ
کس طرح روکوں زباں کو جان و تن وہ بن گیا

صبغۂ احسن

کوئلہ ہوتا ہے اپنی ذات میں سرد و سیاہ
گرمیٔ آتش سے بنتا ہے وہ خورشیدِ نگاہ
حالتِ پستی بدل جاتی ہے جلنے سے ضرور
جل کے بن جاتا ہے گویا وہ مثالِ کوہِ طور
لوہے کے ٹکڑے میں کرتی ہے سرایت آگ جب
اُس کی تابانی سے آہن بھی چمکتا ہے عجب
ہو کے آتش سے جدا لیکن نہیں رہتا جلال
سخت دل اور روسیاہ ہو جاتے ہیں اور بے جمال
قمقمہ بجلی کی طاقت سے بنا نور آفریں
ورنہ اپنی ذات میں بالکل وہ نورانی نہیں

ہم بھی اپنی ذات میں کمزور ہیں خاکی بشر
روحِ اقدس سے گنہ پر فتح پاتے ہیں مگر
نور و آتش سے بدل جاتا ہے جیسے رنگِ ذات
روح کی آتش گناہ و غم سے دیتی ہے نجات
جب مسیحا نے لیا دنیا میں مریم سے جنم
جسمِ انسانی میں آکر کر دیا سب پر کرم
شکلِ انساں میں ہوا ظاہر خداوندِ ازل
آسمانی رنگ کی پختہ صباغت کا عمل
تاکہ انساں کو ملے حق کا یہ سچا اصطباغ
ساری دنیا کو اُجاگر کر سکے روشن چراغ
تاکہ صبّاغِ ازل کے رنگ میں کھو کر خودی
پائیں ہم ویسی طبیعت جو مسیحا میں بھی تھی
صبغۂ احسن یہی ہے جو خدا کی ہے عطا
جو رہا قائم مسیح میں مل گئی اس کو بقا

یسّی کی جڑ (یسعیاہ ۱۱: ۱-۱۵)

کہہ دیا یسعیاہ نے یہ یک بیک سبکو پکار
آج سن لو کیا ارادہ رکھتا ہے پروردگار

ہوگی یسّی کے تنے سے ایک کونپل کی نمود
نکلیگی اس کی جڑوں سے ایک شاخِ باردار

اس پہ ٹھہریگی خداوندِ جہاں کی پاک رُوح
ہوگا وہ معمور حکمت سے خرد سے باوقار

شادمانی اسکی ہوگی بس خدا کے خوف میں
مصلحت بیں معرفت میں وہ ہمیشہ باشعار

قدرتِ ربّی سکھائیگی اُسے عدل و تمیز
راستی سے فیصلہ پائیگا ہر اک خاکسار

وہ حلیموں اور غریبوں کو بچائیگا ضرور
سب بدی کر کے فنا وہ خود بنیگا تاجدار

پٹکا ہیں اُس کی کمر کا راستی مِہر و وفا
مار ڈالیگا شریروں کو زباں سے بار بار

ہوگی اسکے عہد میں امن اور راحت ہر جگہ
بھول جائینگے عداوت ہوگا وہ ایسا دیار

بھیڑیا ملکر رہیگا ساتھ برّہ کے وہاں
چیتا اور بکری کا بچّہ ساتھ میں ہونگے شمار

شیرِ ببّر بیل کی مانند بھُوسا کھائیگا
پیش رو سب کا بنے گا ایک طفلِ شیرخوار

بچھڑی اور گائے ملکر پھر چرینگی چارسو
دودھ پیتا بچہ کھیلے گا جہاں رہتا ہے مار

نہ ضرر ہوگا عداوت ہوگی اور نہ موت واں
میرے کوہِ پاک پر ہوگی سدا امن و بہار

کیونکہ تب معمور ہوگی معرفت سے کل زمیں
ہوگا عرفانِ الٰہی کا یہ بحرِ بے کنار

لوگ تب یسّی کی جڑ کو اک بنائینگے نشاں
کیا جلالی ہوگی وہ آرامگاہِ کردگار
کون ہے یسّی کی جڑ اور کون ہے ابنِ داؤد!
آگیا لو ابنِ مریم بن کے سب کا غمگسار

صبح کی دُعا

صبح نو لائی ہے دعوت آسمانی باپ سے
اُس کی کامل مملکت میں بے وطن آکر رہیں
حکم سے اُس کے بسر ہو آج ابدی زندگی
زندگی و موت کے بندھن ہٹا کر کھول دیں
آہنی سب بیڑیاں قسمت کی کٹ کر گر پڑیں
نور، آزادی، خوشی کی بادشاہت میں رہیں
یہ عطا کر کہ کٹے آج خوشی سے دن بھر
امن اور چین سے ہم اس کو گزاریں دن بھر

داغ دنیا کا لگے اور نہ ٹھوکر کھائیں
آزمائش پہ ظفریاب رہیں ہم دن بھر
شام کو حمد کریں تاکہ اے ازلی تیری
مہر نے جسکی سنبھالا تھا سبھوں کو دن بھر
تیرے قدموں پہ مسیحا پھر سے رکھ دیتا ہوں
عجز سے اس روز کے آغاز پہ بخشش تیری
کس کو معلوم ہے یہ لائیگا کیا کچھ اپنے ساتھ
اِس لئے تجھ سے مدد پانے کی ہے خواہش میری
آج کے دن کے سفر میں کھو نہ جائے یہ کہیں
خونِ اقدس کی ہو مہر اس پہ ہے یہ خواہش میری

نقاشِ ازل

وہ نقاشِ ازل بہتر سے بہتر، بناتا ہے نئے نقشے برابر
وہ ہے مصروف رہتا رات دن بھر، ثمر صدیوں کا ہر دن ہے سراسر
بناکر خوشنما وہ چاند تارے، فضا میں پھینکتا ہے کس ادا سے

ہے سورج اُس کا اِک ادنیٰ کرشمہ ؛ ہیں ہفت اقلیم بھی گویا تماشہ
ہر اک شے مانتی ہے حکم اُس کا ؛ بغیر اُس کے نہیں پتا بھی ہلتا
ہواؤں سے جہاں کو صاف کر کے ؛ دکھاتا بادلوں میں ہے مرقعے

سحر ہر ایک ہے کیسی نرالی
شفق کی بھی انوکھی ہے یہ لالی

سمندر کی وہ لہروں میں اچھلتا
ہے گہرائی میں اُس کی خود ہی بستا

ہے جھانکا کوہ کی چوٹی سے اُس نے
بہایا نہر کو وادی میں اُس نے

وہ چشمے سے ہے خود ہی پھوٹ نکلا
پیاسے کے لئے ٹھنڈا پیالہ

چمکتا برف اور بلّور میں خود
وہ ہر دُرِّ صدف کی آب ہے خود

شعاعِ مہر میں وہ نور بنکر
جہاں بھر کو ہے خود کرتا منّور

وہی ہے ساری دنیا کا سہارا
اُسی کی آنکھ ہر روشن ستارا

وہ ہے ماہتاب کی تابانیوں میں
جھلکتا ہے جو گہرے پانیوں میں

برستا ہے وہ سچائی کی بوندیں
ظہور اُس کا فضائے نیلگوں میں

وہ بادل کی گرج میں بولتا ہے
وہ سیلابوں میں خود ہی کھولتا ہے

کڑک بجلی کی ہے دل کو ہلاتی
ہے میوے بھی وہی بارش اُگاتی

وہ ہر عالی تخیّل کی بلندی
جمال و حُسن کی وہ دلپسندی

ہے مومن کا وہ نورِ جاودانی
ضمیرِ زندہ کی وہ ضوفشانی

مسیحا اس جہاں کا باغباں ہے
اسی خالق کا گلزار جہاں ہے

الٰہی یادفرمائی کا دعوے
وہ مکتوبِ الٰہی ہے خدا کا

وہ صنّاعِ ازل وہ حسن پیکر
کہ ہر غنچہ محبّت کا تصور

اسی نے ہر زمانے میں سجایا
نئے اک حسنِ انسانی کا نقشہ

تحمّل۔ حکمت اور ادراک بنکر
وہ ہے دنیا کا خود ہی اصل جوہر

وہ قدرت کے سبھی قانون بنکر
ستاروں کو چلاتا اپنی راہ پر

ازل سے تا ابد وہ خود ہے دائم
ہیں سب چیزیں اسی میں رہتی قائم

فدا کار محبّت

اک چشمہ پاک ہے اور معمور
جو مسیح کے خوں سے ہے بھرپور
جب عاصی اس میں نہاتے ہیں
وہ پاک اور صاف ہو جاتے ہیں

اُس مرتے چور نے خوشی سے
پائی نئی حیات اُس چشمے سے
میں بھی ہوں ویسا بد کردار
مجھ کو بھی وہ فدیہ ہے درکار

ایماں سے جب سے دیکھا ہے
جو چشمہ کروس سے بہتا ہے
ہے ایک ہی گیت اب روز و شب
مضمون ہے اس کے پیار کا سب

دریائے شور کو کر کے عبور
جب پہنچونگا میں اُس کے حضور
روح میری گائے گی ہر آن
عمانوئیل ہے بلیدان

رُوحِ خدا

میرے دل پہ نازل ہو رُوحِ خدا
رگِ جاں میں بس کے زمیں سے چھُڑا
تو قادر ہے کر عاجزی پر نظر
کہ تجھ سے محبت کروں سربسر
نہ درکار رویا نہ نبیوں سا وجد
نہیں پردۂ خاکی پھٹنے کا قصد
ملائک کی دید اور نہ کشفِ فلک
دکھا روحِ تاریک کو اک جھلک

نہیں کیا تیرا حکم اے بادشاہ
کروں پیار تجھکو فقط اے خدا
بنوں ہر طرح سے میں تیرا غلام
میری جان و دل عقل تیرے تمام
نظر آتی مجھکو ہے تیری صلیب
لپٹ کر رہوں اُس سے ہو یہ نصیب
ہمیشہ ہو مجھکو تیری جستجو
میری رُوح کو ہو تیری آرزو
سکھا اپنی قربت کا مجھکو خیال
دلی کشمکش سے نہ ہو کچھ ملال
ہو شک دُور اور آہِ سرکش رُکے
دُعا گر ہو ردّ صبر اس پہ ملے
سکھا کہ فرشتوں سا ہو میرا پیار
بس اک جذبۂ پاک ہو شعلہ بار

ملے پاک روح کا مجھے اصطباغ
ہو دِل مذبح، تیری محبّت چراغ

خدا نور ہے

خدا نُور ہے اور خدا ہے محبّت
اُسی کی وفا زندگی ہر بشر کی
ہر اک گام پر ہے ضیا اس قمر کی
خدا نُور ہے اور خدا ہے محبت

وہ تاریک ساعت میں رستہ دکھاتا
غلط غم کو کر کے خوشی کو جگاتا
شعاعیں بھلائی کی وہ جگمگاتا
خدا نور ہے اور خدا ہے محبّت

ہے گردش میں قسمت بھی امروزہی بھی
ٹھکانا نہیں جز رو مد میں کوئی بھی

ہے ایماں ہی لنگر۔ ہو طوفاں کہیں بھی
خدا نور ہے اور خدا ہے محبت

محبّت مسیحا میں ظاہر ہوئی ہے
رہِ حق فقط اس میں ظاہر ہوئی ہے
بقا ہر بشر کو میسّر ہوئی ہے
خدا نور ہے اور خدا ہے محبّت

محبّت کا مقروض ہوں اِس قدر ہی
محبّت ہے اس کا بدل سر بسر ہی
ہے دل اب محبت کے زیر اثر ہی
خدا نور ہے۔ اور خدا ہے محبت

خداوند کا دن

اے روزِ راحت و انبساط = اے یوم فرحت و نُور
اے مرہمِ فکر۔ دوائے غم = سب سے حسیں سب سے پُر نُور
اعلیٰ و ادنےٰ اس روز پہ ۔ آتے ہیں ابدی تخت کے پاس

گاتے قدوس۔ قدوس قدوس - جو تین میں ایک ہے، پاک ثالوث
تُو چشمۂ سرد و روح افزا - صحرائے گرم و خشک میں
تُو کوہ لپسگہ کی مثال - موعودہ مُلک کی دیدہ گاہ
فاقہ کشوں کی عید ہے - تو ہے رفاقت کا پاک دن

تو روزِ حشر ہے آج ہی
زمیں سے عالم بالا کا
آج کے دن تخلیق کے روز
پیدا ہوئی تھی روشنی
آج کے دن ہی مخلصی
مسیحا نے قبر سے اُٹھ کے دی
آج ہی فاتح مسیح نے
روح بھی نازل تھی ہم پہ کی
بس آج کے دن - یوم جلیل
سہ چند ملی تھی روشنی

افسردہ قوموں کے لئے
تو من و سلوےٰ کا نزول
تو اجتماعِ پاک کو
بانگِ دُہل کا ہے اعلان
انجیل کی ضیا جہاں
چمکتی آب و تاب سے
واں چشمے بہتے روح افزا
اور بے خطر ہے زندگی

اس روزِ راحت سے خوبیاں
ہوتی ہیں حاصل نت نئی
پاتے ہیں سب آرام جاں
مقدسوں کو جو نصیب
تعریف روحِ پاک کی
بیٹے کی بھی اور باپ کی
ثالوث کو باآوازِ بلند
کہتی کلیسیائے فتحمند

مومن

ایمان ۔ اُمید ۔ محبت کی جس دل میں سکونت ہوتی ہے
اس دل میں خدا خود بستا ہے واں فضل کی کثرت ہوتی ہے
وہ فضلِ خدا کو کیا سمجھیں جب اس پر غور کیا ہی نہیں
عارف کی بلائیں ٹلتی ہیں جب حق کی مشیت ہوتی ہے
مومن دنیا میں حقیر سہی ۔ منجی کو تو وہ ہیں عزیز مگر
وہ نغمہ الٰہی سنتے ہیں ۔ جب ہر سو حسرت ہوتی ہے
اک نیند کا جھونکا کیا آیا دنیا بھی خدا بھی بھول گئے
یوں غفلت کرنے والوں کو ہر طرح خسارت ہوتی ہے
مخدوم نہیں ہم خادم ہیں جو سب کے پاؤں دھوتے ہیں
قانون ہے یہ اک قدرت کا خدمت میں عظمت ہوتی ہے
وہ خالق ساری دنیا کا ہر ایک کی فکر لگی ہے اُسے
چاند اور ستارے سورج میں بس ایک ہی قدرت ہوتی ہے
دنیا کی اوچھی نظروں میں ظاہر کی بلندی حشمت ہے *
جو تخت سے اترے خدمت کو وہ سچی حشمت ہوتی ہے

مسیح کی دعوت

بارِ عصیاں سے تھکے ماندوں کو دعوت ہے تری
تیرے قدموں میں ہے حاصل امتیازِ زندگی
گر گناہوں کی غلامی سے کوئی بیزار ہو
تیری تصلیب فداکاری ہے رازِ زندگی
اس طرح حاصل ہے آزادی اسیروں کو ترے
بندگی میں تیری سربستہ ہے رازِ زندگی
ہے جُوا تیرا ملائم ۔ بوجھ ہے ہلکا ترا
ناتواں ہوتے ہیں تجھ سے سرفرازِ زندگی
تُو مجسّم حلم ہے تجھ سا فروتن کون ہے
تجھ سے سیکھا ہے زمانہ بھر نے رازِ زندگی
فضل ہے تیرے بہت افسردہ دل پاتے ہیں چین
اِک نظر مجھ پر بھی ہو اے کارسازِ زندگی

———

کرسمس ۱۹۵۶ء

بہت دور یہاں سے اُفق سے گزر کر ۔ ہے بیت اللحم کا دیارِ منوّر
وہاں جلوہ گر آج نورِ خدا ہے ۔ مسیح ایک چرنی میں پیدا ہوا ہے
منجیؔ خدا کی ہے وہ مہربانی ۔ ہے انساں سے الفت یہی اُسکی کہانی
وطن اُس نے چھوڑا ہے آسمانی ۔ کہ ہم کو ملے زندگی جاودانی

سمجھ اُس نے بخشی ہے دنیا میں آکر
حقیقت خدا کی ہے انساں پہ ظاہر

خبر اسکی دی ہے فرشتوں نے آکر ۔ وہ سب سے گڈریوں کو مژدہ سنا کر

مجوسی ہیں پورب سے سجدے کو آئے
وہ رہبر ستارے کے پیچھے ہی آئے
چلو اُسکی چرنی کو دل سے سجائیں
عقیدت کے نغمے سب اُس کو سنائیں
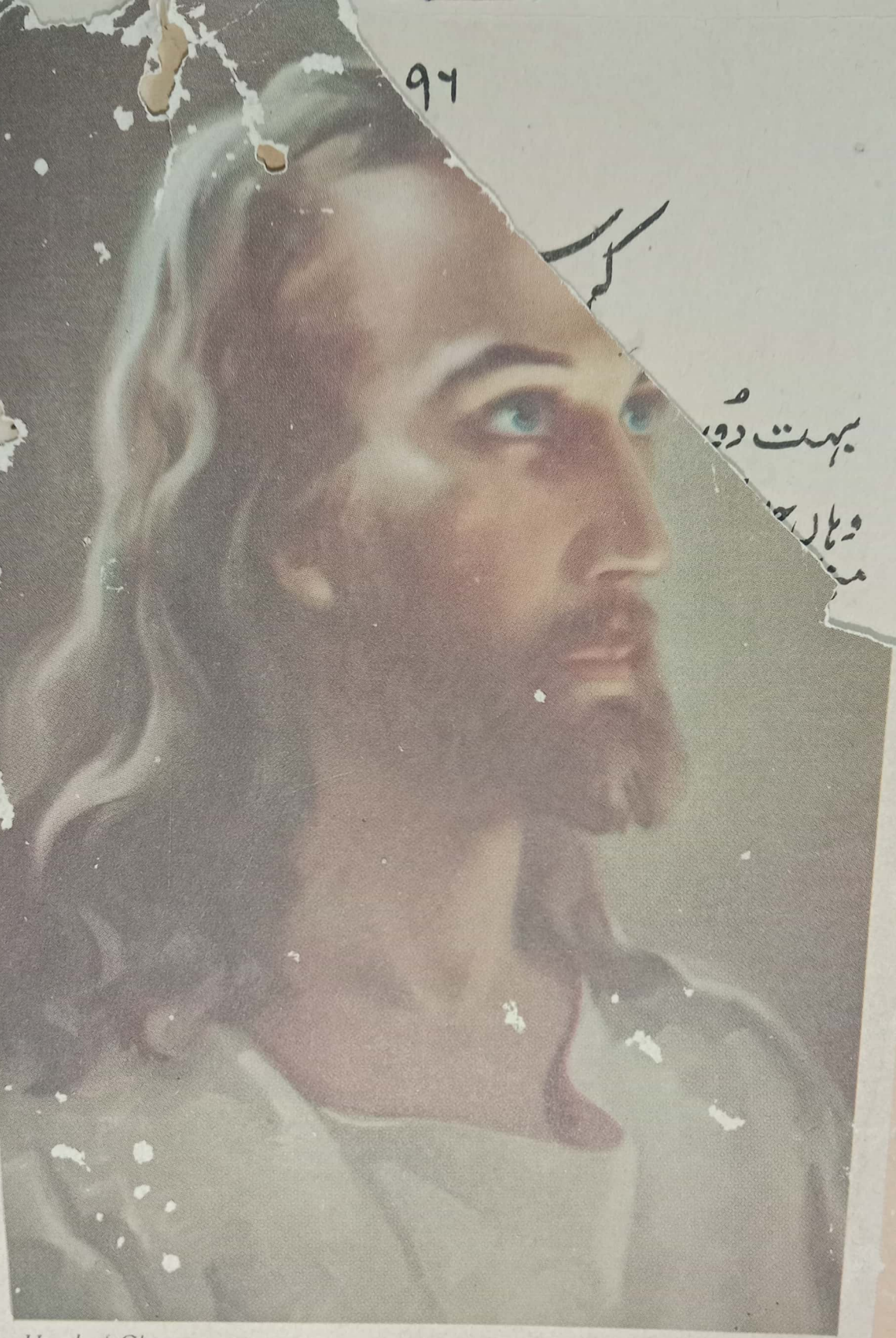
Head of Christ
By Sallman
عارف کے نغمے